دیدہ دلیر

ہوگائیکو

کہا ہم اونٹ پر بیٹھیں
کہا تم اونٹ پر بیٹھو
کہا کوہان کا ڈر ہے
کہا کوہان تو ہوگا

کہا ہم کار بنائیں
کہا تم کار بناؤ
کہا جاپان کا ڈر ہے
کہا جاپان تو ہوگا

کہا ہم کرکٹ کھیلیں
کہا تم کرکٹ کھیلو
کہا عمران کا ڈر ہے
کہا عمران تو ہوگا

کہا ہم کھیت کو جائیں
کہا تم کھیت کو جاؤ!
کہا دہقان کا ڈر ہے
کہا دہقان تو ہوگا

کہا ہم شہر کو جائیں
کہا تم شہر کو جاؤ
کہا انسان کا ڈر ہے
کہا انسان تو ہوگا

کہا ہم رائے ونڈ جائیں
کہا تم رائے ونڈ جاؤ!
کہا اک "بیان" کا ڈر ہے
کہا پھر بیان تو ہوگا

کہا بازار کو جائیں
کہا بازار کو جاؤ
کہا شیطان کا ڈر ہے
کہا شیطان تو ہوگا

کہا ہم مسجد کو جائیں
کہا تم مسجد کو جاؤ
کہا "امام" کا ڈر ہے
کہا امام تو ہوگا!

شیخ الصحابہ رضی اللہ عنہ

از: مولانا محمد عبدالحق چوہان

"علی اکبر" سبائی تبرائی کی
کتاب "شیخ سقیفہ"
غلاظت کی پوسٹ ہے

آخری قسط

اس کے بعد وہ لعین مُصنف (ایکے از دُم بُریدہ سگانِ سبائیہ وروافض) لکھتا ہے:

"علی رضی ابن ابی طالب کا حق غصب کر لیا اور اپنی خلافۃ کو مستحکم کرنے کے لئے جبر و تشدد سے کام لیا"

خلافۃ کے متعلق حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے استحقاق کی دو ہی صورتیں متصور ہو سکتی ہیں یا تو اس بنا پہ خلافۃ بلا فصل کے مستحق تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امر کے متعلق وصیت تھی یا بربنائے قرابۃ اور رشتہ داری کے۔ اگر پہلی صورت اختیار کی جائے تو یہ واقعہ اس احتمال کی تکذیب کرتا ہے کہ جس یوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اسی صبح کو آپ کی طبیعۃ بظاہر رو بصحۃ تھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپکی طبیعت کے متعلق دریافت تو آپ نے فرمایا:

"الحمدللہ اب طبیعت ٹھیک ہے" اسی دن حضرۃ عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رض سے فرمایا کہ "میں اطلاعات سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا صحۃ یاب ہونا مشکل ہے۔ اس لئے آؤ ملکر آپ سے امرِ خلافۃ کے متعلق دریافت کریں اگر ہمارے لئے ہے تو ٹھیک اور اگر کسی غیر کے لئے ہے تو پھر آپ کو وصیۃ کریں۔ اس پہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:

انی واللہ لا افعل ے واللہ لئن منعناہ لا یؤتیناہ احد بعدہ۔

[ابن ھشام صـ۶۵۴ ج ۲]

خدا کی قسم! میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے خلافۃ طلب کرنے کا کام ہرگز نہیں کروں گا اس لئے کہ اگر آپ نے ہمارے متعلق منع فرما دیا تو آپ کے بعد یہ امرِ خلافۃ کوئی شخص بھی ہمارے سپرد نہیں کرے گا۔

اگر قاتلِ اسلام ملعون عبداللہ ابنِ سبا یہودی اور اُس کے متبعین کے عقیدۂ باطلہ کے مطابق یہ بات ہوتی کہ:

کان یقول ان علیاً وصی محمد وقد غصبہ من ولی قبلہ حقہ

عبداللہ ابن سبا یہودی کہتا تھا کہ علی خلافۃ کیلئے محمد کے وصیت کردہ نائب ہیں اور جو شخص ان سے پہلے خلافۃ

فالواجب علی المسلمین ان یقوموا بالاعادۃ الی اھلہ ۔

[اِتمام الوفا ، ص۱۸۴]

کا متولی ہوا ہے اس نے علی کے حق کو غصب کیا ہے اس لئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ علی کے اس حق کی واپسی کے لئے اس وقت تک تحریک چلاتے رہیں جب تک کہ حق بحق دار تک نہ پہنچ جائے

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ جواب ہرگز نہ دیتے بلکہ آپ یہ فرماتے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق امر خلافت کی وصیت فرما چکے ھیں ۔ پوچھنے کی کیا ضرورۃ ہے" لہذا نہ ہی حضرۃ عباس رضی سے اس قسم کی گفتگو فرماتے ۔ اور اگر استحقاق خلافت رشتہ داری اور قرب قرابۃ داری کے باعث تھا تو اسکے اندر بھی دو احتمال ھیں یا اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے درمیان سسر اور داماد ہونے کا رشتہ تھا تو اس لئے آپ خلافت بالفصل کے مستحق تھے ۔ ہم کہتے ہیں بعینہٖ یہی رشتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان تھا ۔ تو پھر استحقاق خلافت صرف حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کیلئے کیوں مختص ہے ؟ یا اس لئے کہ حضرۃ علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے ۔ اگر یہ رشتہ داری موجب استحقاق ہے تو پھر یہ استحقاق حضرۃ عباس رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت ہوتا ہے نا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے کیونکہ یہ رشتہ حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے لئے بالواسطہ ہے اور حضرۃ عباس رضی اللہ عنہ کیلئے بلاواسطہ اور بالذات ۔

پھر ایک جگہ ایک تاریخی حقیقت کی تحریف کرتے ہوئے لکھتا ھے :

نیابت رسول کا ایک موقع ملنے والا تھا کہ وحی نازل ہوگئی اور سورۃ براۃ کی تبلیغ کا جو کام ان کے سپرد کیا گیا تھا وہ واپس لے لیا گیا حکم خدا تھا کہ یہ کام خود رسول صلعم کریں یا وہ کرے جو ان ہی میں سے ہو ۔ چنانچہ یہ فرض آنحضرت نے اپنے بھائی جناب علی مرتضیٰ کے سپرد کیا" ص۱۶۵

اور اصل واقعہ اس طرح ہے کہ سنہ ۹ ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرۃ ابو بکر کو "امیر الحج" بنا کر بھیجا اور ان کی روانگی کے بعد "سورۃ براۃ" کا نزول ہوا اور اس میں چند خصوصی احکام نازل ہوئے ۔ جن کا موقع حج پر اعلان ضروری تھا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعلان اور تبلیغ احکام کیلئے ان کے پیچھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کیونکہ اس وقت کے دستور کے مطابق اس طرح کا اعلان اس وقت معتبر سمجھا جاتا تھا جب کہ اعلان کرانے والے شخص کی طرف سے اس کے خاندان کا کوئی فرد اعلان کرے ۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعلان کے

لئے حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا ۔ یہ روانگی حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارۃِ حج کے منصب کی معزولی کی بنا پر نہیں تھی جیسا کہ صاحب کتاب "شیخ سقیفہ" کے مصنف ابن سبا یہودی کے روحانی اور معنوی فرزندِ بد تمیز نے سمجھا ہے اور موثق صریح روایات بالکل اس بے بنیاد نظریہ کے خلاف ھیں ۔

فخرج علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ ۔ علی ناقة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العضباء حتی ادرک ابا بکر بالطریق قال امیر ام مأمور فقال بل مأمور ثم مضیا فاقام ابوبکر للناس الحج ۔

[ابنِ ھشام ص۵۴۵ - ۵۴۶ ج ۲]

حضرۃ علی رضی اللہ عنہ ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عضباء نامی اونٹنی پر روانہ ہوئے حتیٰ کہ حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو راستہ میں مل گئے ۔ جس وقت حضرۃ ابوبکر نے حضرۃ علی کو دیکھا [تو انکی اچانک اور خلاف توقع آمد کو اہم محسوس کر کے] دریافت کیا کہ : امیر بن کر آئے ہو ؟ یا تابع بن کر تو حضرت علی نے فرمایا کہ تابع ہو کر ہی آیا ہوں اس کے بعد دونوں [مکہ کیلئے] روانہ ہوگئے [تو وہاں پہنچ کر] حضرۃ ابوبکر رض نے لوگوں کیلئے حج کا انتظام کیا ۔

ملعونِ دوراں " خاندانی حالات " کے زیرِ عنوان تحریر کرتا ہے :

آپ کے والد محروم عثمان ابو قحافہ تھے عام کفار کی طرح یہ بھی بت پرستی کرتے تھے ۔ بیٹے نے اسلام قبول کر لیا تو انھوں نے کوئی پرواہ نہیں کی مفلسی کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن جدعان کے دستر خوان کی مکھیاں اڑاتے تو روٹی نصیب ہوتی ۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی اس کے باوجود حضرۃ ابوبکر نے انکی کچھ کفالت نہیں کی ہجرۃ کی تو ساری دولت سمیٹ لیتے گئے ابو قحافہ فکرمند ہوئے تو پوتی نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور ٹھیکروں کے ایک ڈھیر پر لے گئی جس پر ایک چادر ڈال دی گئی تھی ۔ پوتی نے دادا کا ہاتھ ٹھیکروں پر رکھ کر یقین دلایا کہ دولت موجود ہے ۔ جب مکہ فتح ہوگیا تو آپ نے بھی دوسروں کی طرح اسلام قبول کر لیا " [ص ۱۱]

اس عبارۃ میں بھی سبائی فنکار اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بے مروتی ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے والد کی غربت کا احساس کئے بغیر پوری دولت سمیٹ کر لے گئے تھے اور ساتھ ہی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ان کے والد " السابقون الاولون " کے زمرہ میں شامل نہیں ھیں ۔

یہ درست ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے والد ماجد شرف اور قبول اسلام کے لحاظ سے "السابقون الاولون" میں شامل نہیں ہیں۔

لیکن "صحابیۃ" کا شرف پھر بھی انہیں حاصل ہے اور اسی مرتبہ کے لحاظ سے بنص قرآن مجید، رضوان ایزدی کی دولت لازوال انہیں حاصل ہے۔ والد کے اولاً اسلام نہ لانے پر حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کیا اعتراض ہے۔ جبکہ حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب عبدمناف کی حالت کفر پر موت کی وجہ سے ان کے مناقب میں کمی واقع نہیں ہوتی

ان الصحیح من الوثر قد اثبت لو بی طالب الوفاۃ علی الکفر والشرک۔ — بے شک صحیح خبر اور روایۃ نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ابوطالب کی وفاۃ کفر اور شرک پر واقع ہوئی۔

[الروض الانف ص۲۵۸ ج ۱]

حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پھر بھی یہ فضیلۃ حاصل ہے کہ اُن کے والد صحابی ہیں۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد شرف اسلام سے بھی محروم تھے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بے مروّتی کا تاثر ثابت کرنے کیلئے یہ کہنا کہ

"حضرۃ ابوبکرؓ نے ان کی کچھ اچھی کفالت نہیں کی ھجرۃ کی تو ساری دولت لیتے گئے"

یہ بھی غلط ہے حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مویشی بھی تھے جو کہ ان کے والد کی کفالت کیلئے کافی تھے اور اس وقت اھل عرب کا معیشت کی مدار ہی جانوروں پر تھا۔ اور جمع شدہ دراھم اگر وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر خرچ کرنے کیلئے لے گئے تھے اور یہ ان کی قربانی "فی سبیل اللہ" اور " لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا" کے جذبۂ خیر کے تحت تھی اور بنص قرآن مجید یہ عمل صفتِ مدحت ہے نہ کہ مذمت لیکن کوربصر سبائی کو ہر روشنی تیرگی ہی نظر آتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ خود حضرۃ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکی کفالت کیلئے مستقل انتظام کیا ہوا تھا اور ھجرۃ کے وقت گھر میں موجود دولت کے لے جانے سے انکی کفالت پر کسی قسم کا اثر مرتب نہیں ہوا تھا۔ حضرۃ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایۃ ہے کہ وہ فرماتی ہیں :

لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ — جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ھجرۃ کے سفر پر روانہ ہوئے

وسلم وخرج ابوبکر معہ احتمل ابوبکر ماله كله. ومعه خمسة آلاف درهم او ستة آلاف. فانطلق بها معه قالت فدخل علينا جدي ابو قحافه وقد ذهب بصره. فقال والله اني لاراه قد فجعكم بماله مع نفسه. قالت قلت كلا يا ابت! انه قد ترك لنا خيراً كثيراً قالت فاخذت احجاراً فوضعتها في كوة في البيت الذي كان ابي يضع ماله فيها. ثم وضعت عليها ثوباً ثم اخذت بيده فقلت يا ابت ضع يدك على هذا المال. قالت فوضع يده عليه. فقال لا باس. اذا كان ترك لكم هذا فقد احسن. وفي هذا بلاغ لكم.

[سیرۃ ابن ھشام صفحہ ۴۸۸ ج ۱]

تو حضرت ابوبکرؓ بھی آپ کے ساتھ تھے اور حضرۃ ابوبکرؓ اپنا پورا سرمایہ ساتھ لے گئے اور آپکے پاس پانچ ہزار یا چھ ہزار درھم تھے۔ آپ فرماتی ھیں کہ ھمارے دادا جان حضرۃ ابوقحافہ آئے اور اس وقت وہ ظاہری بینائی سے محروم تھے اور آپ نے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ابوبکرؓ کے پورا سرمایہ لیجانے سے تمہیں پریشانی لاحق ہوگی۔ میں نے جواباً کہا کہ ہرگز نہیں وہ تو بہت سامان چھوڑ گئے ھیں اور فرماتی ھیں کہ میں نے چھوٹے سنگریزے لیکر اس جگہ پر رکھ دیئے جہاں میرے والد صاحب مال رکھتے تھے اور ان پر کپڑا ڈال ڈال دیا اور اس کے بعد میں نے دادا کا ہاتھ پکڑا اور ان سنگریزوں پہ رکھ دیا۔ اور کہا کہ یہ مال ہے اس پر انہوں نے کہا کہ پھر تو کوئی حرج نہیں۔
اگر اتنا مال وہ تمہارے لئے چھوڑ گئے ھیں پھر تو انھوں نے بہتر کیا ہے اور اس میں تمہارے لئے کفالت ہے۔

اس عبارۃ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرۃ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی پریشانی انکو اپنی ذات کیلئے نہیں تھی بلکہ حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کے لئے تھی لیکن اُن کے اہل و عیال "توکل علی اللہ" اور "محبتِ رسول" کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے انہیں اس بات پر ذرہ برابر بھی پریشانی لاحق نہیں ہوئی تھی اور

علی اکبر کا یہ لکھنا کہ :

"مفلسی کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن جدون کے دسترخوان کی مکھیاں اُڑاتے تو روٹی نصیب ہوتی"

انتہائی رذالت کا اظہار ہے۔ یہ شخص عبداللہ بن جدون نہیں بلکہ "عبداللہ بن جدعان" ہے اور رشتہ کے اعتبار سے یہ حضرت ابوقحافہ کا چچا زاد بھائی ہے کیونکہ یہ جدعان کا بیٹا ہے اور جدعان عمرو کا بیٹا ہے۔ اور حضرۃ ابوقحافہ عثمان رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عامر ہے اور عامر، عمرو کا بیٹا ہے) اور عرب کے اندر اس شخص کی سخاوت مشہور تھی اور اس کے پیالے وسعت اور عظمتِ حجم کے اعتبار سے "ضرب المثل" تھے اگر بالفرض حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوقحافہ اس کے دسترخوان پر موجود ہوتے ہوں تو اس میں کیا حرج ہے۔ کیونکہ ایک ہی گھرانہ اور ایک ہی خاندان ہے اور اگر بالفرض والد کا افلاس بیٹے کے مناقب میں موجب نقص ہے تو پھر حضرۃ علی رض کے والد ابو طالب بھی مفلس تھے اس لئے کہ تاریخ و سیر کی کتب میں حضرۃ نفیسہ بنت منیہ رض سے روایت ہے کہ :

قالت لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسا وعشرين سنة وليس له بمكة اسم الا الامين لما تكاملت فيه من خصال الخير. قال له ابوطالب يا ابن اخي انا رجل لا مال لي وقد اشتد الزمان علينا والحت علينا سنون منكرة وليس لنا مادة ولا تجارة وهذه عير قومك قد حضر خروجها الى الشام وخديجة بنت خويلد تبعث رجالا من قومك في عيراتها فيتجرون لها في مالها ويصيبون منافع. فلو جئتها فوضعت

سیدہ نفیسہ کہتی ہیں کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کی عمر کو پہنچے اور اس وقت آپ کے اخلاقِ حمیدہ کی تکمیل ہو چکی تھی۔ آپ کو ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جس کے لئے کوئی مال نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت قحط سالی کا دور دورہ ہے۔ ہمارے لئے نہ کوئی مال ہے اور نہ ہی کسی قسم کی تجارت! تیری قوم کا یہ قافلۂ تجارت شام جانے کے لئے تیار ہو چکا ہے اور اس کی روانگی کا وقت آگیا ہے۔ اور خدیجہ بنت خویلد تیری قوم کے لوگوں کو تجارتی قافلوں میں روانہ کرتی ہے اور وہ لوگ اس کے لئے تجارتی کاروبار کرتے ہیں جنمیں